ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.7 No.4 2023

امدادالفتاویٰ میں قواعد وضوابط فقہیہ سے استدلال کے مناہج
(ایک تحقیقی جائزہ)

METHODOLOGIES OF LEGAL ARGUMENTATION BASED ON FIQHI PRINCIPLES IN IMDAD AL-FATAWA: A RESEARCH REVIEW

Hafiz Muhammad Aadil Hussain
MPhil Scholar, Shiekh Zayed Islamic Center, University of the Punjab Lahore
Dr Hafiz Abdul Basit Khan
Professor, Shiekh Zayed Islamic Center, University of the Punjab Lahore

Abstract

This research critically examines the methodologies employed for legal argumentation within the esteemed Islamic legal compendium "Imdad Al-Fatawa," with a particular emphasis on its intricate engagement with Fiqh principles. While elucidating the distinct approaches found in "Qawaid-e-Fiqhiya," the study conducts a comprehensive comparative analysis, shedding light on the nuanced jurisprudential reasoning encapsulated in these revered works.

The investigation extends its focus to the contemporary relevance of "Imdad Al-Fatawa," especially in addressing financial transactions within the context of "Kitab al-Buyu' wa Ma'amalat Maliyah." By dissecting specific rulings and scrutinizing their applications, this research contributes to a profound understanding of Fiqh principles and their adaptability to modern challenges.

Importantly, this article serves as a valuable resource for scholars and practitioners seeking insights into the dynamics of legal argumentation in Islamic jurisprudence. Through a meticulous exploration of Fiqh principles and their practical applications, the research enriches the scholarly discourse surrounding "Imdad Al-Fatawa" and its role in contemporary Islamic legal thought

Keywords: Legal Maxims, Jurisprudential Principles, Fatawa Collections, Imdad Al-Fatawa, Contemporary Issues, Financial Transactions,

.

تمہید:

علم الفقہ کا عظیم الشان ذخیرہ صدیوں پر محیط ہے۔انسان کی معاشرتی، سیاسی، تمدنی اور اقتصادی زندگی کے ہر شعبہ میں فقہائے کرام نے کتاب وسنت سے استفادہ کیا اور امت کی راہنمائی فرمائی۔ فقہ اسلامی جب اپنے آخری مراحل میں پہنچی تو اس بات کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ فقہ اسلامی کے اس عظیم الشان ذخیرہ کو طلباء کے لئے قابل حصول بنایا جائے لہٰذا جب متون اور تلخیصات کی فہم میں مشکل آنے لگی تو پھر ان کی شروحات لکھی جانے لگیں تاکہ ان سے استفادہ آسان ہو، یوں مختلف فقہائے کرام نے اپنے اپنے مکتب فکر کے اصولوں اور قواعد و ضوابط کی دریافت اور جمع وتدوین کا کام شروع کیا، چنانچہ اس کے نتیجے میں "الاشباه والنظائر" اور "قواعد فقهيه" کے علوم منظر عام پر آئے اور پھر ان علوم پر الگ الگ کتابیں لکھی جانے لگیں۔ قواعد وضوابط فقہیہ سے استدلال کی جھلک ہمیں امداد الفتاویٰ کے اندر نظر آتی ہے لہذا اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ امدادالفتاویٰ کے اندر جن قواعد وضوابط فقہیہ سے استدلال کیا گیا ہے انہیں منصہ شہود پر لایا جائے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

قاعدہ کی تعریف

قاعدہ کی جمع قواعد آتی ہے۔لغت میں کسی چیز کی "اساس"اور "بنیاد" کو کہتے ہیں۔[1]

اسی بناپر عمارت کی بنیادوں کو" قواعد البيت "اور ہودج کی لکڑیوں کو" قواعد الهودج" کہاجاتاہے۔

ابن منظور افریقی نے بھی اس کے معنی اساس اور بنیاد کے بیان کیے ہیں۔وہ رقمطراز ہیں:

"وقواعد الهودج خشبات اربع معترضة فى اسفله تركيب عيد ان الهودج فيها"[2]

"ہودج کے قواعد سے مراد نیچے کو لگی ہوئی وہ چار لکڑیاں ہیں جن میں ہودج کی باقی لکڑیاں جڑی ہوتی ہیں۔"

قاعدہ کی اصطلاحی تعریف

علما کرام نے قاعدہ کی اصطلاحی تعریفات مختلف الفاظ میں بیان کیں ہیں جن میں سے بعض کا ذکر درج ذیل ہیں:

علامہ جرجانی نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

"القاعدة هى قضية كلية منطبقة على جميع جزيايئة" [3]

"قاعدہ وہ قضیہ کلیہ ہے جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔"

قاعدہ کی مذکورہ تعریفات اپنے اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے ایک جیسی ہی ہیں ماسوائے الفاظ کے اختلاف کے، قاعدہ کی اس طرح کی تعریف اگرچہ دیگر علوم و فنون کے لئے درست ہے مگر فقہی قواعد و احکام کے لئے ناقص معلوم ہوتی ہے۔جیسے علما اصولیین کا قاعدہ ہے:

"الامر للوجوب والنهى للتحريم"[4]

"امر میں اصل وجوب ہے اور نہی میں تحریم ہے"

یہ قاعدہ اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے،جب کہ فقہ اسلامی میں کوئی بھی قاعدہ فقہیہ ایسا نہیں ہے جو اپنی تمام جزئیات کا احاطہ کرتا ہو بلکہ اس کی بہت سی استثنائی صورتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے قاعدہ کے اطلاق سے باہر ہوتی ہیں۔جیسا کہ قاعدہ ہے:

"الجهاد واجب على المسلمين" [5]

"مسلمانوں پر جہاد واجب ہے۔"

جب کہ بہت سی استثنائی صورتیں ایسی بھی موجود ہیں جن میں مسلمانوں پر جہاد واجب نہیں ہوتا ہے۔اس لئے بعض فقہا کرام نے قاعدہ فقہیہ کی تعریف درج ذیل انداز میں کی ہیں:

قاعدہ فقہیہ کی تعریف

علامہ حموی قواعد فقہیہ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"انها:حكم اكثرئ،لاكلى،ينطبق على اكثر جزئياته لتعرف احكامها منه"[6]

"یہ ایک اکثری حکم ہے،نہ کہ کلی،یہ اکثر جزئیات پر منطبق ہوتا ہے تاکہ اس سے اس کے احکام معلوم کیے جائیں۔"

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ لفظ قاعدہ کے مشابہ الفاظ بھی فقہا کرام کے ہاں مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جن میں سے ایک لفظ ضابطہ ہے۔

قاعدہ اور ضابطہ میں فرق

قاعدہ سے ایک قریبی لفظ "ضابطہ" ہے ضابطہ اسم فاعل کا صیغہ ہے،اس کی جمع "ضبطہ" اور "ضباط" آتی ہے،لغت میں اس کا معنی ٹھوس حافظہ والا بتایا جاتا ہے اور اصطلاح میں اس کی تعریف تھوڑے فرق کے ساتھ قاعدہ ہی کی سی ہے،علامہ ابن نجیمؒ قاعدہ فقہیہ اور ضابطہ فقہیہ میں فرق بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"الفرق بين الضابط والقاعدة : ان القاعدة تجمع فروعا من ابواب شتى والضابط يجمعها من باب واحد ، هذا هو الاصل۔"[7]

"ضابطہ اور قاعدہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ قاعدہ مختلف ابواب سے فروعات کو جمع کرتا ہے جبکہ ضابطہ ان فروعات کو ایک باب سے جمع کرتا ہے۔ گویا ضابطہ اصل ہی ہے۔"[8]

محمد صدقی بن احمد البورنو نے قاعدہ اور ضابطہ میں دو فرق بیان کیے ہیں:

"**الفرق الاول** : ان القاعدة كما سبق تجمع فرعا من ابواب شتى وتيورج تحتها من مسائل الفقه مالا يحضى ، واما الضابط فانه مختص بباب واحد من ابواب الفقه تعلل به مسائله اويختص بفرع وامر فقط۔ **والفرق الثانى** : ان القاعدة فى الاعم الاغلب متفق على مغمونها بين المذاهب او اكثرها۔ واما الضابط فهو يختص بمذهب معين – الا مانور عمومه – بل منه مايكون وجهه نظر فقهيه واحد مذهب معين قد يخالفه فيه فقهاء آخرون من نفس المذهب۔ كما سبق فى الضابط المتقدم"[9]

"پہلا فرق یہ ہے کہ قاعدہ مختلف ابواب کے فروع کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے اور اس کے نتیجے فقہ کے بے شمار مسائل آجاتے ہیں۔ ضابطہ فقہ کے ایک باب کے ساتھ مختص ہوتا ہے اور اس کے مسائل کے لیئے علت بن جاتا ہے۔ بلکہ کبھی تو یہ کسی ایک فرع کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ دوسرا یہ فرق یہ ہے کہ قاعدہ اکثر اوقات اپنے مضمون کے لحاظ سے تمام یا اکثر مذاہب کے مابین متفق علیہ ہوتا ہے جب کہ ضابطہ کسی ایک مذہب کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ سوائے چند ضوابط کے، بلکہ ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو کسی ایک نقطہ نظر سے عبارت ہوتے ہیں، اور اسی مذہب کے دوسرے فقہا اس کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔"

قواعد فقہیہ اور قواعد اصولیہ میں فرق

جب قواعد فقہیہ اور قواعد اصولیہ میں دقیق نظر ڈالی جائے تو ان میں جو فرق نظر آتا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

- قواعد اصولیہ کا تعلق غالب احوال میں الفاظ اور احکام پر ان کی دلالت کے ساتھ ہوتا ہے۔ رہے قواعد فقہیہ تو ان کا تعلق احکام کے ساتھ ہوتا ہے۔
- قواعد اصولیہ اس لیے وضع کیے گئے ہیں تاکہ مجتہد کے لیے استنباط واستدلال کے طرق ضبط کیے جائیں اور فقیہ کے لیے ادلہ اجمالیہ سے احکام کلیہ کے استخراج کے طریقے مقرر کیے جائیں۔ اور قواعد فقہیہ اس لیے وضع کیے گئے ہیں تاکہ مختلف ابواب کے مسائل کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے، جو حکم میں متحد ہوتے ہیں۔
- قواعد اصولیہ وہ ہوتے ہیں جن پر احکام اجمالیہ مبنی ہوتے ہیں اور ان کے ذریعے فقیہ احکام جزئیہ کا ادلیہ تفصیلیہ سے استنباط کرتا ہے۔ اور قواعد فقہیہ متشابہ مسائل کی علت بنتے ہیں اور ان کے لیے اصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔
- قواعد اصولیہ ابواب اصول اور ان کے مواضع و مسائل میں محصور ہوتے ہیں لیکن قواعد فقہیہ محصور و محدود نہیں ہوتے بلکہ تمام مذاہب کی کتب فقہ و فتاویٰ میں بھرے پڑے ہیں۔
- قواعد اصولیہ جب اپنے مضمون پر متفق ہوں تو ان سے کسی مسئلہ کا استثناء نہیں کیا جاتا گویا یہ قواعد کلیہ ہیں جیسے عربی کے قواعد، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ رہے قواعد فقہیہ تو ان کے اپنے مضمون پر متفق ہونے کے باوجود کئی مسائل کا ان سے استثناء ہو جاتا ہے۔[10]

قواعد وضوابط فقہیہ سے استدلال کی حیثیت

مسلمانوں نے جو فقہی علوم متعارف کرائے ان میں سے علم قواعد فقہیہ وہ علم ہے جس پر دنیائے اسلام بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ قواعد وضوابط دین فہمی کی اساس کی حیثیت رکھتے ہیں، بلاشبہ یہ قواعد وضوابط بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان قواعد وضوابط فقہیہ سے فروع کے انضباط، مسائل کو مدون کرنے اور تنظیم وتدوین میں مدد ملتی ہے۔ اس طرح سے ان قواعد فقہیہ پر علمائے متقدمین نے کتب لکھی ہیں۔ چنانچہ الاشباہ والنظائر، عربی کتب، عربی فتاویٰ جات، متون فقہیہ وغیرہ میں ان کی تطبیقات ملتی ہیں، اسی روایت کو اردو کتب فتاویٰ جات میں بھی برقرار رکھا گیا ہے اس میں ایک اہم کتاب امداد الفتاویٰ ہے، جس کے اندر مولانا اشرف علی تھانوی نے قواعد وضوابط فقہیہ سے بطور اساسی یا ثانوی دلیل کے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ امداد الفتاویٰ کے اندر جو قواعد وضوابط فقہیہ سے استدلال کیا ہے اس کو منظر عام پر لایا جائے اور قواعد وضوابط فقہیہ کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

قواعد کی بنیاد پر فتویٰ دینے کا حکم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

گزشتہ عبارت میں ہم نے قواعد فقہیہ کی اہمیت کا ذکر کیا گیا مگر ان فوائد کے ہوتے ہوئے اہل علم کے ہاں یہ مسئلہ بھی قابل بحث ہے کہ محض ان قواعد کی بنیاد پر فتویٰ دینا جائز ہے یا ناجائز؟اس بارے میں دو آراء ہیں۔

- ایک رائے تو یہ کہ محض ان قواعد کی بنیاد پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور یہ کسی مسئلہ کی دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے، جس کی دو وجہیں ہیں:

(1) یہ قواعد مختلف فقہی فروعات کا نتیجہ و ثمرہ ہیں اور ان سے ماخوذ ہیں، لہذا اس نتیجہ وغیرہ کو فقہی مسئلہ کی دلیل و بنیاد بنانا درست نہیں ہو گا۔

(2) اکثر و بیشتر قواعد کے مستثنیات پائے جاتے ہیں۔ لہذا اس کا بہت امکان ہے کہ متعلقہ مسئلہ بھی اس کے مستثنیات میں سے ہو، اس لیے قاعدہ کے مطابق اس پر حکم لگانا درست نہ ہو گا۔ البتہ اس رائے کے قائلین یہ کہتے ہیں کہ ان سے جدید مسائل میں استیناس و استشہاد کیا جا سکتا ہے۔

فقہ حنفی کے دیوانی قانون کا "مجموعہ مجلة الاحکام العدلیه" جو خلافت عثمانیہ ترکی کے سلطان عبدالحمیدؒ نے تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں مدون کیا تھا۔ اس کی ترتیب میں شامل اہل علم حضرات کی رائے بھی یہی تھی، چنانچہ انہوں نے حکام کو اس کا پابند کیا تھا کہ وہ محض مجلہ میں مذکور قواعد کی بنیاد پر فیصلہ نہ کریں، جب تک ان کے سامنے کوئی مستقل شرعی دلیل موجود نہ ہو۔

- اس بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ قواعد مختلف طرح کے ہیں۔ بعض قواعد وہ ہیں جو نص میں وارد ہیں مثلاً: "الخراج بالضمان"، "لاضرر ولاضرار" وغیرہ ایسے قواعد مطلقا حجت ہیں اور ان کی بنیاد پر فتویٰ دینا جائز ہے، کیوں کہ یہ شارع علیہ السلام کے الفاظ ہیں جو مطلقاً حجت ہیں۔

(2) بعض قواعد وہ ہیں جو فقہا کے اخذ کردہ اور ان کے بنائے ہوئے ہیں، نص میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ "المشقة تجلب التیسیر"۔"العادة محکمة" وغیرہ اکثر قواعد اسی طرح کے ہیں ۔ تو ایسے قواعد پر کتاب و سنت سے دلیل موجود ہو، یا یہ کسی ایسی دلیل پر مبنی ہوں، جو شرعاً معتبر ہو، مثلاً، اجماع، قیاس، وغیرہ تو چونکہ یہ شرعی دلائل ہیں، اس لئیے ایسے قواعد کے مطابق بھی فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز ہو گا۔

البتہ ایسے قواعد جن کا مقصد صرف مختلف فروعات کو منضبط کرنا ہو، ان کے پس پشت کوئی مضبوط دلیل موجود نہ ہو تو صرف ان کی بنیاد پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہو گا۔ بلکہ ان سے فتویٰ دینے کے لیے کسی قابل اعتماد دلیل کو تلاش کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر ان کے مطابق فتویٰ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس قسم کے قواعد بالکل بے فائدہ ہیں۔ بلکہ ان کا فائدہ یہ ہے کہ ان کے ذریعے مختلف فروعات جمع ہو جاتی ہیں۔ اور ان کو الگ الگ یاد کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

یہی دوسری رائے معتبر اور محقق ہے۔ ہمارے اکابر کے فتویٰ میں بھی ایسے فتاویٰ میں موجود ہیں، جن میں قواعد کی بنیاد پر فتویٰ دیا گیا ہے۔[11]

البتہ یہ شرط ہے کہ مفتی اہل نظر و استنباط سے ہو۔ ہر کس و ناکس کے لئے اس کی اجازت نہیں ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے احوال و آثار

مولانا تھانویؒ جنہیں تاریخ نے حکیم الامت کا لقب دیا۔ ان کا دامن تاریخ انسانی کے مذاق سے نہ بچ سکا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ماہِ ولادت کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ گو تاریخ اور سنِ ولادت میں اتفاق ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت کے خلیفہ ڈاکٹر عارفی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کا یوم ولادت باسعادت چہار شنبہ ۵ ربیع الاول ۱۲۸۰ ہجری ہے۔"[12]

آپ کی تعلیم کا آغاز مبداء کائنات کے کلام پاک سے ہوا۔ قرآن کریم کے چند پارے، آپ نے "کھتولی" ضلع مظفر نگر کے رہنے والے آخون جی سے پڑھے"[13] پھر حافظ حسین علی سے جو دہلی کے باشندے تھے اور میرٹھ میں رہا کرتے تھے قرآن حفظ کیا۔ آپ نے دس سال کی عمر میں حفظ سے فراغت پالی تھی۔[14] یہ وہ دور تھا جس دور میں تعلیم کی ابتداء فارسی سے کی جاتی تھی۔ یعنی فارسی مفتاح العلوم سمجھی جاتی تھی۔ آپ نے فارسی کی ابتدائی تعلیم میرٹھ کے استادوں سے حاصل کی تھی۔ "متوسطات، تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں۔ اور انتہائی کتب فارسی ابوالفضل تک اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں جو ادب فارسی کے استاذ کامل تھے۔"" عربی کی ابتدائی کتابیں آپؒ نے اپنے وطن تھانہ بھون میں ہی مولانا فتح محمدؒ سے پڑھیں۔ مگر اس کی باقاعدہ تعلیم دارالعلوم دیوبند پہنچ کر مشکوٰۃ شریف، مختصر المعانی، نورالانوار اور ملاحسن سے شروع کی۔ آپ آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ ہجری میں اس مدرسہ میں داخل ہوئے اور شروع ۱۳۰۱ ہجری یعنی تقریباً پانچ سال کے عرصہ میں جبکہ ابھی آپ ۱۹۔۲۰ برس کے تھے فارغ التحصیل ہو گئے۔"[15]

آپ کی وفات کے بارے میں سید سلیمان ندوی "موت العالم موت العالم" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"وہ چراغِ سحر جو کئی سال سے مرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا بالآخر 82 سال، 3 ماہ اور 10 روز جل کر 15 رجب 1362ھ کی شب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔"[16]

امدادالفتاویٰ کا تعارف

مولانا اشرف علی تھانوی 1879ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور 1883۔84ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے فتویٰ نویسی کا آغاز اپنے قیام ودیوبند کے دوران ہی کر دیا تھا اور پانچ سال تک مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور مولانا محمد رشید احمد گنگوہی کے اصلاح اور تصدیق شدہ ہیں۔ 1883ء۔84ء سے لے کر 1905ء تک کے اکثر اہم فتاویٰ میں مولانا گنگوہی کے مشورے اور اصطلاحات شامل ہیں۔[17] مولانا تھانوی سے بے شمار علمی وفقہی سوالات کیے جاتے تھے۔ جن کے جوابات مرتب کرکے آپ ماہنامہ النور میں شائع فرماتے تھے، ایک لمبے زمانہ تک یہ سلسلہ جاری رہا اور رفتہ رفتہ مسائل کا ایک بڑا علمی ذخیرہ تیار ہو گیا۔[18]

مولانا اشرف علی تھانوی کے فتاویٰ کا مجموعہ ابتداء میں " فتاویٰ اشرفیہ "کے نام سے موسوم تھا، بعد میں اس کا نام "امدادالفتاویٰ" رکھا گیا۔اس فتاویٰ کی ترتیب و تہذیب کا فریضہ مفتی محمد شفیع صاحب نے سرانجام دیا ہے۔ 6 جلدوں پر مشتمل اس مجموعہ میں مولانا تھانوی کے 1296ھ سے 1326ھ (1887ء تا 1947ء) تک فتاویٰ شامل ہیں۔ جن کی تعداد 3448 ہے۔ اس مجموعہ کے مستند ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ مولانا تھانوی کے قلم سے تحریر کیے گئے ہیں۔امدادالفتاویٰ کا پہلا ایڈیشن 1927ء میں چار جلدوں میں شائع ہوا تھا۔

قواعد فقہیہ سے استدلال بطور بنیادی دلیل

قاعدہ فقہیہ

"الطهارة أصل فی الاشياء "[19]

"چیزوں میں اصل طہارت ہے۔"

دیگر تعبیرات

1- "ا الاصل طهارة الاعيان"[20]

2-"الاصل فی الاشياء الطهارة"[21]

قاعدہ کا مفہوم: اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ چیزوں میں اصل طہارت ہے نہ کہ نجاست۔ مثلاً اگر ایک چیز پاک تھی تو اسے پاک ہی سمجھا جائے گا، اور جب اس کے نجس ہونے پر کوئی دلیل قائم ہو جائے گی تو پھر اس کی سابقہ حالت (پاکی) تبدیل ہو کر ناپاکی میں بدل جائے گی۔

علامہ محمد صدقی البورنو اس بارے میں لکھتے ہیں:

"المراد بالاصل فی الاشياء : ان مبتدأخلقها ، فالله سبحانه و تعالى خلق الاشياء كلها طاهرة ثم طرأت عليها النجاسة ، غير الاشياء التى هى نجسة العين كما خلقها الله تعالى وبين حكمها "[22]

"چیزوں میں اصل سے مراد ان کی تخلیق کی ابتداہے۔اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو پاک پیدا کیا، پھر ان پر ناپاکی آگئی، سوائے ان چیزوں کے جو فطرت میں ناپاک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور ان کے احکام بیان فرمائے۔"

قاعدہ فقہیہ سے استدلال

جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو اس کا پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا

سوال: یہاں چاہات (کنوؤں) میں آج کل ایک سُرخ رنگ کی دوا ڈالی جارہی ہے جس سے تمام چاہ کا پانی نہایت سُرخ رنگ کا ہو جاتا ہے اور وہی سُرخ پانی وضو، نہانے، کھانے پینے غرضیکہ ہر استعمال میں آتا ہے اور اس دوا کی ماہیت سے یہاں بجز ڈاکٹروں کے اور کوئی واقف نہیں ہے جس کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں علاوہ رنگین ہونے کے کوئی ناجائز شئے تو ایسی نہیں ہے جس کا استعمال شرعاً ممنوع ہو لہذا میں اُمید کرتا ہوں کہ براہ عنایت اِس امر سے مطلع فرمایا جاؤں کہ آیا اس پانی کے استعمال میں کوئی شرعاً حرج تو نہیں ہے؟[23]

الجواب: جب اُس دوا میں کسی نجس چیز کا ہونا معلوم اور ثابت نہیں تو بقاعدہ: "الأصل في الأشياء الطهارة" اُس کو طاہر سمجھنا چاہئے؛ اس لئے اُس پانی کا استعمال جائز ہوگا۔[24]

توضیح: اس سوال کے اندر حضرت تھانوی سے کنویں کے اندر دواڈالنے کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس دوا کی ماہیت معلوم نہیں لہذا اس کے استعمال کا شرعی حکم کیا ہوگا؟ راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے اس مسئلہ کو قاعدہ فقہیہ کے ذریعے سے حل فرمایا ہے۔ قاعدہ ہے:

" الطهارة اصل فى الاشياء"[25]

اصول مستفاد : جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو اس کا پانی میں گرنا پانی کو ناپاک نہیں کرتا۔

بنیادی دلیل : سوال کے جواب میں قاعدہ فقہیہ کو بطور بنیادی دلیل کے لایا گیا ہے اور مزید کوئی عبارت فقہیہ نہیں لائے۔

قاعدہ فقہیہ

"اليقين لا يزول بالشك" [26]

"شک کی وجہ سے یقین زائل نہیں ہوتا ہے۔"

دیگر تعبیرات

1۔"ان ما ثبت باليقين لا يزول بالشك"[27]

2۔"لایر تفع إلا بيقين مثله"[28]

قاعدہ کا مفہوم : جب کوئی بات یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہو اور پھر اس کے بعد اس کے زوال میں شک و تردد پیدا ہو جائے تو اس شک و تردد کی وجہ سے سابقہ یقین زائل نہیں ہوگا بلکہ وہ اپنی جگہ برقرار رہے گا۔[29]

قاعدہ فقہیہ سے استدلال

ازواج متعددہ کی صورت میں ایک غیر معین کو طلاق دینے کی صورت میں زوج کو خیار تعین حاصل ہونے پر شبہ کا جواب

سوال: در مختار سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دے اور اُس کے تین چار عورتیں ہوں تو اُس شخص کو خیار تعیین ہے جس عورت کی طرف چاہے پھیر لے چنانچہ وہ عبارت یہ ہے :لو قال: امرأتي طالق وله امراتان أو ثلاث تطلق واحدة منهن وله خيار التعيين۔اور شامی سے ظاہر ہوتا ہے کہ امرأتی طالق کی صورت میں ایک پر طلاق ہوگی اور خیار تعیین بھی طلاق دہندہ کو ہوگا اور اگر امرأتی طالق ثلاثاً کہے تو طلاق منقسم ہو جائے گی اگر عورتیں متعدد ہیں پس سوال یہ ہے کہ اس جگہ لفظ اشتراک بینهن یا اشترکتهن موجود نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے بلا اختیار طلاق ہر واحدہ پر منقسم ہو جاوے پس کیا وجہ ہے کہ صورت اولی میں منقسم نہیں ہوتا ہے اور صورت ثانیہ میں منقسم ہو جاتا ہے حالانکہ دونوں جگہ لفظ امرأتی مقتضی عموم بدلی مانع عموم استغراقی ہے؟ بینوا توجروا[30]

الجواب: لفظ طالق اگر عدد کے ساتھ ہو تو اس کا مدلول طلاق متعدد ہے اور اگر مقرون بالعدد نہ ہو تو اُس کا مدلول واحد ہے دوسرا امر یہ ہے کہ اصل طالق میں بوجہ ابغض المباحات ہونے کے وقوع اقل ہے یا اس وجہ سے اصل وقوع اقل ہے کہ اس سے ارتفاع ملک سابق متیقن کا لازم آتا ہے پس دلیل محتمل سے حسب قاعدہ "اليقين لايزول بالشک "ملک متیقن کو مرتفع نہ کہا جاوے گا پس صورت اولی میں چونکہ طلاق مقرون بالعدد نہیں ہے ایک ہی واقع ہوگی اور ظاہر ہے کہ ایک طلاق کا وقوع ایک ہی محل پر ممکن ہے اور جب محل متعین نہیں ہے تو اس موقع سے اس کی تعیین کرائی جاوے گی اور صورت ثانیہ میں چونکہ مقرون بالعدد ہے تین طلاق ہوں گی اب آگے دو احتمال ہیں یا تو سب ایک ہی محل پر ہوں اور یا منقسم ہوں مگر امر ثانی کی وجہ سے احتمال ثانی کو ترجیح ہوگی اور رہا یہ شبہ کہ امرأة عموم استغراقی کے لئے نہیں ہے بدیں وجہ مدفوع ہے کہ عموم استغراقی کے لئے گو نصاً نہیں ہے لیکن بوجہ اس کے کہ مفہوماً کلی ہے محتمل ہے اُسی کو اور یہاں احتمال کافی ہے اور قرینہ ثلاثاً سے بانضمام تقریر مذکور اس احتمال کو ترجیح ہوگی۔[31]

توضیح اس سوال میں سائل نے ایک شبہ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص:

1۔امرأتي طالق کہے اور بیویاں دو یا تین ہوں تو خیار تعیین کے ساتھ ایک طلاق ہو گی۔

2۔امرأتي طالق ثلاثا کہے اور بیویاں متعدد ہوں تو طلاق منقسم ہو جائے گی، جیسا کہ عبارت سے واضح ہے۔اب شبہ یہ ہے کہ اول میں طلاق منقسم نہیں ہوتی جب کہ دوسری صورت میں طلاق منقسم ہو جاتی ہے۔ حالانکہ دوسری صورت میں کوئی لفظ اشتراک بھی موجود نہیں ہے۔ تو اس کی کیا وجہ ہے جب کہ لفظ" امرأتي " عموم استغراقی نہیں ہے۔

اس کا جواب حضرت تھانوی نے نہایت مختصر انداز میں عمدہ طریقہ سے دیا ہے کہ شبہ رفع ہو گیا وہ اس طرح کہ لفظ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"طالق" اگر:

1۔ مقرون بالعدد ہو تو مدلول طلاق متعدد ہے۔

2۔ مقرون بالعدد نہ ہو تو مدلول طلاق واحد ہے۔

دوسری بات یہ کہ لفظ "طالق" میں اصل وقوع اقل ہے اس کی وجہ میں دو احتمال ہیں:

1۔ بوجہ ابغض المباحات ہونے کے وقوع اقل ہے۔

2۔ یا ملک سابق تیقن کا ارتفاع لازم آتا ہے۔

پس دلیل محتمل کی وجہ سے حسب قاعدہ " **اليقين لا يزال بالشك**"[32] ملک تیقن کو ختم نہیں کیا جائے گا۔ چونکہ طلاق مقرون بالعدد نہیں ہے لہذا ایک ہی واقع ہو گی اور محل بھی ایک ہے جو متعین نہیں ہے۔ لہذا اسے متعین کرایا جائے گا۔

اور اگر لفظ "طالق" مقرون بالعدد ہو تو تین طلاقیں ہوں گی آگے دو احتمال ہیں:

1۔ تین طلاق ایک ہی محل میں واقع ہوں۔

2۔ تین طلاق منقسم ہو جائیں۔

لہذا لفظ "طالق" کے وقوع میں احتمال کی وجہ سے ثانی کو ترجیح حاصل ہو گی یعنی منقسم ہو جائیں گی کیونکہ لفظ "طالق" میں اصل وقوع اقل ہے اور وہ منقسم ہونے کی صورت میں ہو گا۔ لہذا مقرون بالعدد کی صورت میں منقسم کو ترجیح حاصل ہے۔

اور رہی یہ بات کہ لفظ "امرأة" عموم استغراقی کے لیے نہیں ہے تو ٹھیک ہے گو وہ نص نہیں ہے مگر مفہوم کے اعتبار سے کلی کا احتمال رکھتا ہے، اور یہاں یہ احتمال ہی کافی ہے۔ اور اس کا قرینہ لفظ "ثلثا" ہے۔

راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے یہ مسئلہ قاعدہ فقہیہ اور عبارات فقہیہ کی مدد سے حل فرمایا ہے۔

اصول مستفاد ازواج متعددہ کی صورت میں لفظ "طالق" مقرون بالعدد نہ ہو تو مدلول طلاق واحد ہے اور مقرون بالعدد ہونے کی صورت میں طالق متعدد ہے۔

بنیادی دلیل: راقم کی رائے کے مطابق قاعدہ فقہیہ بطور ثانوی دلیل کے ہے۔

قاعدہ فقہیہ

"اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمهما ضررا بارتكاب اخفهما"[33]

"جب دو خرابیوں میں ٹکراؤ آ جائے تو بڑی خرابی کی رعایت کی خاطر چھوٹی خرابی کا ارتکاب کر لیا جائے گا۔"

دیگر تعبیرات

1۔ "ان من ابتلى ببليتين و هما مساويان،يا خذ بايهما شاء ، و ان اختلفا فعليه ان يختاراهو نهما"[34]

2 - "اذا اجتمع للمضطر محرمان كل منهمالا بياح بدون الضرورة ، وجب تقديم أخفهما مفسدة واقلهما ضر ارا ؛ لان الزيادة لا ضرورة اليها فلا تباح"[35]

قاعدہ کا مفہوم: اس قاعدہ کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ جب انسان کے سامنے دو مفاسد یا برائیوں میں سے کسی ایک کے ارتکاب کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ ہو اور دونوں سے بیک وقت بچنا ممکن نہ ہو تو جو برائی اور شر اہون اور کم ہو اس کا ارتکاب کر لیا جائے گا، تاکہ بڑے شر و ضرر کو دور کیا جا سکے۔[36]

قاعدہ فقہیہ سے استدلال

غیر مسلم حکومت کے قانون کے مطابق فیصلہ کا حکم

سوال: فی زمانہ جو مسلمان منجانب سرکار انگریزی مقدمات فیصل کرتے ہیں وہ مطابق احکام شریعت نہیں ہوتے مثلاً شریعت میں حکم ہے البینۃ علی المدعی والیمین علیٰ من أنکر، قانون انگریزی میں اثبات و نفی دونوں کے لئے ثبوت مطلوب ہے، شریعت میں شاہد عدل شرط ہے، قانون میں جو شہادت مقبول ہے اس کے لئے شاہد کے واسطے وہ شرائط لازمی نہیں جو شریعت میں لازم ہیں،

شریعت میں بحالت اثبات سرقہ وزنا قطع ید و سنگسار کا حکم ہے، قانون میں یہ نہیں، نیز دیگر حالتوں میں قانون میں قید جرمانہ مقرر ہیں، جو شریعت میں نہیں ہیں، آیا شریعت کی اس خلاف ورزی کا اثر بادشاہ وقت پر ہے یا مسلمانان مامور پر، اور اگر مسلمانان مامور پر نہیں حکم عام " من لم یحکم بما أنزل الله " کی کیا تعبیر ہے؟[37]

الجواب: قاعدہ شرعیہ ہے کہ اشد الضررین کے دفع کے لئے اخف الضررین کو گوارا کر لیا جاتا ہے اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ حصول نفع کے لئے ضرر دینی کو گوارا نہیں کیا جاتا۔ اس بنا پر اس مسئلہ میں تفصیل ہو گی کہ جو لوگ ان حکومتوں کو اختیار کرتے ہیں دیکھنا چاہئے کہ ان کے قبول نہ کرنے سے خود ان کو یا عام اہل اسلام کو کوئی ضرر شدید لاحق ہونا غالب ہے یا نہیں، دوسری صورت میں تو ان حکومتوں کو قبول کرنا ناجائز ہے، اور اول صورت میں دیکھنا چاہئے کہ آیا اس شخص کی نیت اس ضرر کے دفع کی ہے یا کوئی نفع مالی یا جاہی حاصل کرنے کی، اول نیت میں جواز کی گنجائش ہے اور دوسری نیت میں ناجائز۔ پس کل تین صورتوں میں سے صرف ایک صورت میں جواز کی گنجائش ہوئی، اور اس صورت میں محمل آیت کا بقیہ دو صورتیں ہوں گی، خصوص اگر جائز یا مستحسن سمجھے کفر ہے۔ البتہ اگر دو ناجائز صورتوں میں بھی سلطنت کی طرف سے مجبور کیا جاوے۔ اور عذر قبول نہ کیا جاوے تو پھر ان میں بھی گنجائش ہے۔ لیکن ہر حال میں جہاں تک ممکن ہو خلاف شریعت سے بچنے کی کوشش کرے، اور صرف اس خیال سے خلاف شرع فیصل نہ کرے کہ آگے جاکر یہ منسوخ ہو جاوے گا، البتہ جہاں جرم قانون وعتاب شاہی کا اندیشہ ہو صرف وہاں بھی گنجائش ہو گی، ایک صورت میں تو بلا جبر بھی اور دو صورتوں میں بجبر۔[38]

توضیح : خلاصہ سوال یہ ہے کہ جو مسلمان انگریزی قانون کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں وہ شریعت کے مطابق نہیں ہوتے آیا اس شریعت کی خلاف ورزی کا اثر بادشاہ وقت پر ہے یا عام مسلمانوں پر بھی ہے؟

اس کا جواب قاعدہ فقہیہ کی روشنی میں دیا ہے کہ جو لوگ ان حکومتوں کو اختیار کرتے ہیں ان کے قبول نہ کرنے سے:

1- خود اُن کو یا عام اہل اسلام کو کوئی ضرر شدید کا لاحق ہونا غالب نہیں۔

حکم: اس صورت میں حکومت کو قبول کرنا ناجائز ہے۔

2- خود ان کو یا عام اہل اسلام کو کوئی ضرر کا لاحق ہونا غالب ہے۔

اس کی آگے مزید دو صورتیں ہیں

(الف) ان کی نسبت کوئی نفع مالی یا جاہی حاصل کرنے کی ہے۔

حکم: ان حکومتوں کو قبول کرنا ناجائز ہے۔

(ب) ان کی نسبت ضرر کو دفع کرنے کی ہے۔

حکم: ان حکومتوں کو قبول کرنا جائز ہے۔

تو آیت کا محمل ناجائز ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

خصوصاً اگر جائز یا مستحسن سمجھے کفر ہے۔ اور جو ایک صورت ہے وہ قاعدہ فقہیہ کی وجہ سے گنجائش ہے:

"اذا تعارض مفسد تان روعی اعظمهما ضررا بارتكاب اخففهما"[39]

اور اگر باقی دو ناجائز صورتوں میں بھی سلطنت کی جانب سے مجبور کیا جائے تو گنجائش کی صورت نکل سکتی ہے لیکن ہر حال میں خلاف شریعت سے بچنے کی کوشش کرے۔

راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے یہ مسئلہ قاعدہ فقہیہ اور عبارت فقہیہ کی روشنی میں حل فرمایا ہے۔

اصول مستفاد: وہ مسلمان بادشاہ جو کسی غیر مسلم حکومت کو قبول کرے اس کے لیے خلاف شریعت فیصلہ کرنا ناجائز ہے الا یہ کہ کوئی ضرر شدید لاحق ہونے کا خطرہ ہو۔

بنیادی دلیل : راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے اس فتویٰ میں قاعدہ فقہیہ سے بطور بنیادی دلیل کے استفادہ کیا ہے۔

ضابطہ فقہیہ سے استدلال بطور بنیادی دلیل

ضابطہ فقہیہ

"ان العذر ان كان من قبل الله تعالٰى لاتجب الاعادة و ان كان من قبل العبد وجبت الاعادة "[40]

"اگر عذر اللہ تعالٰی کی جانب سے ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر (عذر بندے کی جانب سے ہو تو اعادہ واجب ہے۔"

تشریح تیمم سے پڑھی ہوئی نماز میں ہر وہ عذر جو بندے کی جانب سے ہو اس کے ختم ہو جانے پر نماز کا اعادہ لازم ہے اور جو عذر ایسا نہ ہو اس میں اعادہ واجب نہیں۔ جیسے قید خانے میں کافرنے پانی سے منع کر دیا؟ یا دشمن نے خوف دلایا! چلتی ریل میں پانی نہیں تھا وغیرہ۔ اور تیمم سے نماز پڑھی تو اس عذر کے ختم پر نماز کا اعادہ لازم ہے، کیوں کہ یہ عذر بندے کی جانب سے ہے۔

اور اگر پانی کی دوری یا بیماری وغیرہ عذر ہو تو اس میں نماز کا اعادہ لازم نہیں، کیوں کہ یہ عذر من جانب اللہ ہے بندے کا اس میں دخل نہیں۔[41]

ضابطہ فقہیہ سے استدلال

جو قفل میں قید ہو اس کے لئے تیمم کا حکم

سوال ایک مسئلہ یہ دریافت طلب ہے کہ مثلاً کوئی اپنے مکان کے اندر ہے اور غلطی سے ملازم باہر سے قفل بند کر کے چلا گیا اب مالک مکان اندر ہے اور نماز کا وقت آگیا اور مکان میں پانی موجود نہیں ہے اور حتی الوسع مالک مکان نے کوشش کی کہ کسی کو آواز دیکر پانی لے مگر نہ ملا اور وقت نماز کا نکلا جاتا ہے آیا وہ تیمم سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟ اور اگر پڑھ سکتا ہے تو بعد پانی ملنے کے وہ اس تیمم والی نماز کو قضا کرے یا نہیں ؟[42]

الجواب: پڑھ سکتا ہے اور قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اعادہ کرے۔" لأنه محبوس من جهة العبد"[43]

توضیح اس سوال میں حضرت تھانوی سے یہ دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص مکان کے اندر بند ہو گیا تو وہ تیمم سے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں اور بعد میں اعادہ کا کیا حکم ہے۔ حضرت تھانوی نے اس کا جواب ضابطہ فقہیہ کی روشنی میں دیا کہ وہ نماز ادا کرے اور بعد میں اعادہ کرے کیونکہ یہ محبوس ہونا بندے کی جانب سے پایا گیا ہے۔ راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے یہ مسئلہ ضابطہ فقہیہ کی روشنی میں حل کیا ہے۔ مگر ضابطہ مذکور نہیں ہے۔

اصول مستفاد تیمم کا وہ عذر جو بندے کی جانب سے ہو اس سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

بنیادی دلیل اس مسئلہ میں راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے ضابطہ فقہیہ سے بطور بنیادی دلیل کے استفادہ کیا ہے۔

قواعد فقہیہ سے استدلال بطور **ثانوی دلیل**

قاعدہ فقہیہ

" المعروف عرفاكا لمشرو ط شرطاً "[44]

"جو بات عرف میں مشہور ہو جائے وہ طے شدہ شرط کی طرح ہوتی ہے۔"

دیگر تعبیرات

1۔"المعروف كا لمشروط "[45]

2۔"المعروف بالعرف كا لمشروط بالنص"[46]

قاعدہ کا مفہوم : "معروف" اس امر کو کہتے ہیں جس کا لوگوں میں عرف ہو جائے اور لوگ اس پر تعامل اختیار کر لیں اور "شروط" اس امر کو کہتے ہیں جس کو معاملہ کرنے والوں میں سے کوئی ایک فریق یا دونوں فریقین باقاعدہ شرط لگا کر یا معاہدہ کر کے طے کر لیں۔ اس قاعدے میں فقہانے عرف کی قوت کو بیان کیا ہے، جس کا اجمالی مفہوم یہ ہے کہ جس بات کا لوگوں میں عرف ہو جائے، لوگوں کی عادات میں شامل ہو جائے اور اس پر بار بار عمل کرنے لگیں تو ایسی بات کو معاملہ کرتے وقت صراحت کے ساتھ ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ صراحت کے بغیر بھی اس پر عمل کرنا لازم و ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح صراحت کے ساتھ شرط لگانے کی صورت میں طے شدہ بات پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، بالکل اسی طرح معروف بات بھی واجب العمل ہوتی ہے۔ مثلاً عرف میں لوگ عقود و معاملات میں کسی بات پر تعامل اختیار کر لے، ہر معاملے میں وہ بات ملحوظ رہتی ہو اور فریقین اس کے مطابق عمل کرتے ہوں تو اس طرح کی بات کو باقاعدہ صراحت کے ساتھ طے کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ بغیر تصریح وذکر کرنے کے اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔ مگر دو باتیں ضروری ہیں :

پہلی بات : عرف نص کے خلاف نہ ہو۔

دوسری بات : عرف کے خلاف تصریح نہ ہو۔[47]

قاعدہ فقہیہ سے استدلال

وقف کا روپیہ بینک میں جمع کرنے سے خزانچی پر ضمان کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کوئی خزانچی مال وقف کو بغرض حفاظت باجازت ممبران کمیٹی کسی بنک میں جمع کر دے اور اتفاق سے اُس بنک کا دیوالہ نکل جاوے تو کیا اُس روپیہ کا دیندار خزانچی ہو گا یا نہیں ؟اور خزانچی ممبر بھی ہے۔[48]

الجواب : في الدر المختار: يقرض القاضي مال الوقف والغائب واللقطة واليتيم من مليء موتمن (إلىٰ قوله) لا يقرض الأب ولو قاضيا لأنه لا يقضى لولده ولا الوصى ولا الملتقط فإن أقرضوا ضمنوا لعجزهم عن التحصيل بخلاف القاضي ويستثنى إقراضهم للضرورة كحرق ونهب فيجوز اتفاقا (بحر) ومتى جاز للملتقط التصدق فالإقراض أولىٰ في رد المحتار: قوله: ومتى جاز تقييد لقوله ولاالملتقط بما إذا كان قبل جواز التصدق بها[49]۔الخ ان روایات سے معلوم ہوا کہ بجز خاص صورتوں کے جن میں مال کا تلف ہو جانا مظنون قریب یا متیقن ہو کسی کو قرض دینا جائز نہیں اور بنکوں میں جو جمع کیا جاتا ہے گو عنوان اس کا ودیعت ہو لیکن اس کے قواعد میں یہ امر یقینی اور معروف ہے کہ وہاں بعینہ یہ ودائع نہیں رکھی جاتیں بلکہ اُن سے کاروبار کیا جاتا ہے پس بقاعدۂ "المعروف كالمشروط۔"[50]

توضیح : اس سوال میں حضرت تھانوی سے یہ دریافت کیا گیا کہ اگر ایک خزانچی وقف کا مال بنک میں بغرض حفاظت باجازت ممبران کمیٹی جمع کرادے تو بنک دیوالیہ ہونے کی صورت میں خزانچی ذمہ دار ہو گا یا نہیں ؟

اس کا جواب یہ دیا کہ اولاً تو کسی کو قرض نہیں دیا جا سکتا اور جو بنک کو دیا جاتا ہے اس میں نام ودیعت کا ہوتا ہے لیکن وہ استعمال کاروبار میں ہوتا ہے اور یہ معروف ہے۔ تو بقاعدہ" المعروف كالمشروط "[51]تصرف کرنے والے کی اجازت شمار ہو گی، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس رقم سے بینک کاروبار کرے گا اس کے باوجود اس نے جمع کرائے تو ذمہ دار ہو گا اور جس ممبر نے بھی اجازت دی اس پر ضمان لازم آئے گا۔

راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے یہ مسئلہ قاعدہ فقہیہ اور عبارات فقہیہ کی روشنی میں حل فرمایا ہے۔

اصول مستفاد

(ا) مال وقف کو قرض دیا وہ ہلاک ہو گیا تو متولی و ممبران جنہوں نے اجازت دی وہ ذمہ دار ہوں گے۔

(2)معاملات میں "المعروف کا لمشروط"کے تحت عرف و معانی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

ثانوی دلیل : راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے اس مسئلہ میں قاعدہ فقہیہ سے بطور ثانوی دلیل کے استفادہ کیا ہے۔

قاعدہ فقہیہ

"الامور بمقاصدها "[52]

"تمام امور میں احکام کا دار و مدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے۔"

قاعدہ فقہیہ سے استدلال

امامت اور اذان کی اجرت لینے پر حصول ثواب کی تحقیق

سوال : مجھے گوپال پیٹھ کی مسجد کی خدمت جاروب کشی، آب کشی، اہتمام روشنی، اذان دہی اور مسجد کی دیکھ بھال کے لیے ماہانہ ماہوار لے کر مامور ہونے کے لیے یہاں کے ساکنان فرمار ہے ہیں، اس بارے میں جیسا ارشاد ہو حسبہ عمل کیا جاوے گا صاف صاف ارشاد ہو کہ ماہوار لے کر مؤذنی یا پیش امام کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو روپیہ لینے کے باعث آخرت میں ان کاموں کا ثواب ملے گا یا بوجہ ماہوار لینے کے ثواب زائل ہو جائے گا؟[53]

الجواب: جائز ہے۔ اور اگر یہ نیت رہے کہ اگر مجھ کو اس سے زیادہ کہیں روپیہ ملا تو میں اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کر لوں گا، تب تو ثواب نہ ملے گا، اور اس کو اجرت محضہ کہا جاوے گا اور اگر یہ نیت رہے ہے کہ زیادہ کے لیے بھی اس کو نہ چھوڑوں گا تو ثواب ضائع نہ ہو گا اور اس کو اجرت نہ کہا جاوے گا، بلکہ نفقہ حبس و کفایت مثل رزق قاضی کہا جاوے گا۔[54]

توضیح: اس سوال میں یہ دریافت کیا گیا کہ امامت اور اذان پر ماہوار اجرت لینا کیسا ہے اور ثواب کا کیا ہو گا؟

اس کا جواب یہ دیا کہ اجرت لینا جائز ہے کیوں کہ متاخرین کے ہاں اس کی دو صورتیں موجود ہے۔

ثواب کے بارے میں دو صورتیں ہیں۔

1- اگر اس نیت سے امامت کرائے کہ اس سے زیادہ کہیں اور ملے تو یہ چھوڑ دوں گا۔

حکم: ثواب نہیں ملے گا اسے اجرت محضہ کہا جائے گا۔

2- اور اگر اس سے زیادہ ملے تو نہیں چھوڑوں گا۔

حکم: ثواب زائل نہیں ہو گا اور اس کو قاضی کے رزق کی طرح کہا جائے گا۔

اس بارے میں قاعدہ فقہیہ ہے:

" الامور بمقاصدها" [55]

اس قاعدے کی رو سے جو وہ نیت کرے گا ویسا ہی اس پر حکم لگایا جائے گا۔

راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے یہ مسئلہ عبارت فقہیہ اور قاعدہ فقہیہ کی روشنی میں حل فرمایا ہے۔

اس کا قاعدہ مذکور نہیں ہے۔

اصول مستفاد: اگر کوئی شخص محض پیسے کی نیت سے کوئی نیک کام کرے بھی تو اس پر ثواب نہ ہو گا اور ملنے والا پیسہ بھی اجرت محضہ ہو گی۔ راقم کی رائے کے مطابق ضرت تھانوی نے اس فتویٰ میں قاعدہ فقہیہ سے بطور ثانوی دلیل کے استفادہ کیا ہے۔

ضابطہ فقہیہ سے استدلال بطور ثانوی دلیل

ضابطہ فقہیہ

"كل قرض جر نفعا فهوربا حرام"[56]

"جو بھی قرض نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے، اور حرام ہے۔"

تشریح

علامہ صدقی البورنو اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان كل قرض يبتغى به مقروضه نفعا ماديا اور غير مادى ، وهو حرام باتفاق اذا شرط المقروض على المستقرض أن يزيده على ما اعطاه - "[57]

"ہر وہ قرض جس سے قرض دینے والا مادی یا غیر مادی طور پر فائدہ حاصل کرنا چاہیے وہ سود حرام ہے۔ جب کہ قرض دینے والا یہ شرط لگائے کہ قرض لینے والا اس پر زیادہ کر کے دے گا جو لیا ہے"

اس ضابطے کا ماخذ حدیث مبارکہ ہے:

"كل قرض جر نفعا فهو ربا"[58]

ضابطہ فقہیہ سے استدلال

مضاربت کے نام سے پیسہ لے کر اپنے کام میں لگانے کا حکم

سوال: اگر کسی شخص سے روپیہ اس واسطے لیا گیا ہو کہ تجارت کریں گے اور وہ روپیہ تجارت میں لینے والے نے نہیں لگایا بلکہ اپنے کام میں صرف کر لیا گیا، سال تمام میں لینے والا اس کو کچھ دیدے کہ یہ نفع کے بابت ہے اور روپیہ والے کو اس کی خبر نہ ہو تو وہ نفع کی بابت روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟[59]

الجواب : بے خبری میں معذور ہے لیکن خبر ہونے کی صورت میں لینا جائز نہیں۔اور جس نے یہ دھوکہ دیا ہے اس کو ہر حال میں گناہ ہوا۔اور اس کا نفع حلال نہیں اور وہ مقروض ہے،مال والے کا روپیہ واپس کرنا اس کو واجب ہے۔[60]

توضیح :اس سوال میں یہ دریافت کیا گیا ہے کہ اگر کوئی اس واسطے رقم لے کہ وہ تجارت کرے گا لیکن وہ اسے اپنے کام صرف کرلے اور سال کے آخر میں کچھ روپیہ دے اور کہے کہ یہ نفع ہے اور لینے والے کو علم نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

اس کا جواب یہ تحریر فرمایا کہ بے خبری میں معذور ہے لیکن خبر ہونے کی صورت میں لینا جائز نہیں کیوں کہ جب مضارب نے راس المال کو مضاربت میں لگانے کے بجائے اپنے ذاتی کام میں صرف کرلیا تو عقد مضاربت باطل ہوگیا،کیوں کہ عقد مضاربت کے باطل ہونے کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مضارب رأس المال کو مضاربت میں نہ لگا کر اپنے ذاتی کام میں خرچ کرلے اور جب عقد مضاربت مسئولہ صورت میں باطل ہوگیا تو اس المال مضارب کے ذمہ بشکل قرض واجب ہوگیا،اب اگر مضارب رب المال کو راس المال کے بابت کچھ روپیہ بطور نفع دے تو رب المال کے لیے اس روپے کو بقاعدہ "كل قرض جر نفعا فهو ربا "لینا جائز نہیں۔[61]

راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے یہ مسئلہ ضابطہ فقہیہ اور عبارت فقہیہ کی روشنی میں حل فرمایا ہے۔

اصول مستفاد: اگر مضارب رقم کو خود کے کام میں خرچ کرلے اور تو اب وہ رقم اس کے ذمہ قرض ہے اور رب المال کے لیے اس پر نفع لینا جائز نہیں۔

ثانوی دلیل: راقم کی رائے کے مطابق حضرت تھانوی نے اس مسئلہ میں ضابطہ فقہیہ سے بطور ثانوی دلیل کے استفادہ کیا ہے اور ضابطہ مذکور نہیں ہے۔

خلاصہ بحث/نتائج

مقالہ نگار نے دوران تحقیق جو نتائج اخذ کیے وہ درج ذیل ہیں۔

- امدادالفتاویٰ میں قواعد فقہیہ سے استدلال کیا گیا ہے۔
- امدادالفتاویٰ میں ضوابط فقہیہ سے استدلال کیا گیا ہے۔
- حضرت تھانوی قاعدہ فقہیہ سے استدلال کرتے وقت اس کا ذکر کر دیتے ہیں۔
- حضرت تھانوی قاعدہ فقہیہ سے استدلال کرتے وقت کبھی قاعدہ کا ذکر نہیں کرتے صرف اس سے دلیل پکڑتے ہیں۔
- حضرت تھانوی ضابطہ فقہیہ سے استدلال کرتے وقت ضابطہ کا ذکر کر دیتے ہیں۔
- حضرت تھانوی ضابطہ فقہیہ سے استدلال کرتے وقت کبھی ضابطہ کا ذکر نہیں کرتے صرف اس سے دلیل پکڑتے ہیں۔
- امدادالفتاویٰ میں فتویٰ دیتے وقت قاعدہ فقہیہ سے بطور بنیادی دلیل کے استفادہ کیا گیا ہے۔
- امدادالفتاویٰ میں فتویٰ دیتے وقت قاعدہ فقہیہ سے بطور ثانوی دلیل کے استفادہ کیا گیا ہے۔
- حضرت تھانوی فتویٰ دیتے وقت ضابطہ فقہیہ سے بطور بنیادی دلیل کے استفادہ کرتے ہیں۔
- حضرت تھانوی فتویٰ دیتے وقت ضابطہ فقہیہ سے بطور ثانوی دلیل کے استفادہ کرتے ہیں۔
- امدادالفتاویٰ میں غیر منصوص مسائل کے حل میں قواعد فقہیہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

سفارشات

قرآن وسنت کی تعلیمات اور قواعد فقہیہ کی روشنی میں جن دوسرے اہم عنوانات پر کام ہو سکتا ہے وہ حسب ذیل ہیں :

1. کتب فتاویٰ جات میں قواعد وضوابط فقہیہ سے استدلال کے مناہج (فتاویٰ رضویہ کا اختصاصی جائزہ)۔
2. کتب فتاویٰ جات میں قواعد وضوابط فقہیہ سے استدلال کے مناہج (فتاویٰ رضویہ اور امدادالفتاویٰ کا تقابلی جائزہ)۔
3. امدادالفتاویٰ کے قواعد وضوابط فقہیہ کی روشنی میں جدید مسائل کا حل۔
4. امدادالفتاویٰ (کتاب البیوع و معاملات مالیہ) کے مسائل کا حل قواعد وضوابط فقہیہ کی روشنی میں۔

حوالہ جات

[1] الراغب الاصفہانی،الحسین بن محمد،ابی القاسم(م 502ھ/1109ء)؛ مفردات القرآن اردو ترجمہ مولانا محمد عبدہ، لاہور ، شیخ شمس الحق ، سن : ندار، مادہ ق ع د ، 861/2

Al-Raghib al-Isfahani, Al-Husayn ibn Muhammad, Abi al-Qasim (d. 502 AH/1109 CE); Mufredat al-Quran Urdu Tarjuma by Maulana Muhammad Abdu, Lahore, Sheikh Shams al-Haq, Year: Not available, Volume: 2, Page: .861

[2] ابن منظور،محمد بن مکرم بن علی، ابوالفضل، جمال الدین (م 2711 / 1311ء)حسان العرب، (بیروت:داراحیاء التراث العربی ،1988ء ، 3 / 357

Ibn Manzur, Muhammad ibn Mukarram ibn Ali, Abu al-Fadl, Jamal al-Din (d. 2711/1311 AH); Hasan al-Arab, (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi), 1988, Volume: 3, Page: 357

[3] الجرجانی،علی بن محمد الشرف(م 816 ھ/ 1113ء) کتاب التعریفات ،(بیروت ، لبنان:دارا المنار)،(س-ن)،121

Al-Jurjani, Ali ibn Muhammad al-Sharif (d. 816 AH/1113 CE); Kitab al-Ta'rifat, (Beirut, Lebanon: Dar al-Minar), .Page: 121

[4] القرافی،احمد بن ادریس، ابو العباس،الصنہاجی(م 684 ھ / 1285 ء) ،الفروق او انوار البروق فی انواء الفروق تحقیق ، خلیل المنصور،(بیروت ، لبنان:دارالکتب العلمیہ)، (س-ن) ، 1 / 2

Al-Sarkhi, Muhammad ibn Ahmad ibn Abi Sahl, Abu Bakr (d. 490 AH/1097 CE); Sharh al-Sir al-Kabir, Edited by Abu Abdullah Muhammad Hasan Ismail al-Shafi'i, (Beirut, Lebanon: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah), 1417 .AH/1997 CE, Volume: 1, Page: 131

[5] السرخی ، محمد بن احمد بن ابی سھل ، ابی بکر (م 490 ھ / 1097 ء) ، شرح السیر الکبیر تحقیق ، ابو عبد اللہ محمد حسن اسماعیل الشافعی ، (بیروت :لبنان، دارا لکتب العلمیہ)، 1417 ھ / 1997 ء ، 1 / 131

Al-Sarkhi, Muhammad ibn Ahmad ibn Abi Sahl, Abu Bakr (d. 490 AH/1097 CE); Sharh al-Sir al-Kabir, Edited by Abu Abdullah Muhammad Hasan Ismail al-Shafi'i, (Beirut, Lebanon: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah), 1417 .AH/1997 CE, Volume: 1, Page: 131

[6] الحموی،احمد بن محمد المصری (م 1098ھ/ 1687 ء)،غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر،(کراچی:پاکستان،ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ)، (1418ھ)، 1 /63

Al-Hamawi, Ahmad ibn Muhammad al-Masri (d. 1098 AH/1687 CE); Ghumaz 'Iyun al-Basa'ir Sharh al-Ishbah .wa al-Nazair, (Karachi: Pakistan, Idara al-Quran wa al-Ulum al-Islamiyya), 1418 AH, Volume: 1, Page: 63

[7] ابن نجیم،زین الدین ابراہیم ،الاشباہ والنظائر،(بیروت :دار احیاء التراث العرب)، 192

.Ibn Najim, Zain al-Din Ibrahim; Al-Ishbah wa al-Nazair, (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi), Page: 192

[8] السبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن علی،الاشباہ والنظائر،(بیروت :دار الکتب العلمیة)،1 / 11

Al-Sabki, Taj al-Din Abdul Wahab ibn Ali; Al-Ishbah wa al-Nazair, (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya), Volume: .1, Page: 11

[9]البورنو،محمد صدقي بن أحمد،موسوعة القواعد الفقهيه(بيروت ، لبنان :مؤسسة الرسالة)، طبع 1 ، 1424 هـ / 2003 ء 1 / 35

Al-Borno, Muhammad Sadiqi ibn Ahmad; Mawsu'ah al-Qawaid al-Fiqhiyya, Beirut, Lebanon: Moassat al-Risalah, 1st edition, 1424 AH/2003 CE, Volume: 1, Page: 35.

[10] البورنور،صدقى،موسوعة القواعد الفقهيه،1 / 26،27

.Al-Bornoor, Sadiqi; Mawsu'ah al-Qawaid al-Fiqhiyya, Volume: 1, Page: 26,27

[11]طاہر،مفتی ، عقود الجواہر شرح الاشباہ والنظائر لابن النجيم،(دارالعلوم غازی آباد ، سکروڈه ، رسول پور ، انڈیا :مکتبہ سعیدیہ)، 1436 ھ /2014 ء،1/ 49 -50

Tahir, Mufti; 'Uqood al-Jawahir Sharh al-Ishbah wa al-Nazair li-Ibn al-Najim, (Dar al-Ulum Ghaziabad, Sakroda, Rasoolpur, India: Maktaba Saeedia), 1436 AH/2014 CE, Volume: 1, Pages: 49-50.

[12]غلام محمد،ڈاکٹر،مولانا،حیات اشرف،(کراچی،پاکستان:مکتبہ تھانوی،1963،28

Ghulam Muhammad, Doctor, Maulana; Hayat Ashraf, (Karachi, Pakistan: Maktaba Thanawi, 1963, Page: 28).

[13]شیر وانی،وکیل احمد،مفتی،اشرف المقالات،(لاہور،پاکستان: مجلس صیانۃ المسلمین)،1995ء،1/171

Sherwani, Waqil Ahmad, Mufti; Ashraf al-Maqalat, (Lahore, Pakistan: Majlis Sanaat al-Muslimin), 1995, Volume: 1, Page: 171.

[14]عبدالرحمن خان،سیرت اشرف،(لاہور: شیخ اکیڈمی)،1977ء،1/ 68

Abdul Rahman Khan; Seerat Ashraf, (Lahore: Sheikh Academy), 1977, Volume: 1, Page: 68.

[15]شیر وانی،اشرف المقالات،1/ 171،172

Sherwani, Ashraf; Ashraf al-Maqalat, Volume: 1, Pages: 171, 172.

[16]ندوی،سید سلیمان،علامہ،یادرفتگان، مجلس نشریات اسلام،کراچی،1983ء،252

Nadwi, Syed Sulaiman, Allama; Yad Raftagan, (Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam), 1983, Page: 252.

[17]مجیب احمد،جنوبی ایشیاءکے اردو مجموعہ ہائے فتاویٰ،(اسلام آباد: نیشنل بک فاونڈیشن)،2011،طبع اول،59

Mujeeb Ahmed; Urdu Majmua Haye Fatawa Jonoobi Asia, (Islamabad: National Book Foundation), 2011, 1st edition, Page: 59.

[18] https://myinanews.blogspot.com/2018/02/blog-post_40.html (accessed on 19-02-2023)

[19]محمد صدق البورنو، موسوعة القواعد الفقهية، 6/ 311

Muhammad Sadiqi al-Borno; Mawsu'ah al-Qawaid al-Fiqhiyya, Volume: 6, Page: 311.

[20]احمد بن احمد المختار،الشيخ، الجكيني، الشنقيطي) اعداد المهج(قطر:احياء التراث الاسلامى)، 1403 هـ ، 1983م، 234

Ahmad ibn Ahmad al-Mukhtar, Al-Shaykh, Al-Jakini, Al-Shanqiti; Aadad al-Muhaj, (Qatar: Ihya al-Turath al-Islami), 1403 AH/1983 CE, Page: 234.

[21]تھانوی،اشرف علی،مولانا،امدادالفتاویٰ،جدید مطول حاشیہ،زکریا بک ڈپوالھند،س،ن،1/259

Thanawi, Ashraf Ali, Maulana; Imadad al-Fatawa, New Mutawwal Hashiya, Zakariya Bok Dipu al-Hind, SN, Volume: 1, Page: 259.

[22]محمد صدق البورنو،الموسوعة القواعد الفقهية،6 /311

Muhammad Sadiqi al-Borno; Mawsu'ah al-Qawaid al-Fiqhiyya, Volume: 6, Page: 311.

[23]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،1/ 259

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 259.

[24]ایضا

Additionally,

[25]محمد صدق البورنو، موسوعة القواعد الفقهية311/2

Muhammad Sadiqi al-Borno; Mawsu'ah al-Qawaid al-Fiqhiyya, Volume: 2, Page: 311.

[26]ابن نجيم،الاشباه والنظائر،183/1

Ibn Najim; Al-Ishbah wa al-Nazair, Volume: 1, Page: 183.

[27]شاد محمد شاد، فقہی قواعد کا تحقیقی مطالعہ،(بام خیل صوابی:دار الصديق لنشر البحوث الاسلامية والعلمية)،133

Shad Muhammad Shad; Fiqhi Qawaid ka Tehqiqi Mutala, (Baam Khayal Sawabi: Dar al-Sadiq li Nashr al-Buhuth al-Islamiyya wal Ilmiyya), 133.

[28]الزركشی،المنشور135/3

Al-Zurqani; Al-Manshur, Volume: 3, Page: 135.

[29]شاد محمد شاد، مفتی، فقہی قواعد کا تحقیقی مطالعہ،136

Shad Muhammad Shad; Fiqhi Qawaid ka Tehqiqi Mutala, Page: 136.

[30]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،197/5

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 197/5.

[31]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،198/5

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 198/5.

[32]ابن نجيم،الاشباه والنظائر،183/1

Ibn Najim; Al-Ishbah wa al-Nazair, Volume: 1, Page: 183.

[33] مجلة الاحكام العدليه،(آرام باغ کراچی :نور محمد کارخانه تجارت کتب)،19(المادة: 28)

Majallah al-Ahkam al-Adliyya, (Aram Bagh, Karachi: Noor Muhammad Kar Kha Tijarat Kutub), Issue: 19 (Material: 28).

[34]ابن نجيم ، الاشباه والنظائر،760

Ibn Najim; Al-Ishbah wa al-Nazair, Page: 760.

[35]ابن رجب حنبلی، زين الدين عبد الرحمن بن احمد، (مصر:مكتبة الخانجي)، 246

Ibn Rajab Hanbali, Zain al-Din Abd al-Rahman ibn Ahmad, (Egypt: Maktabat al-Khanji), Page: 246.

[36]شاد محمد شاد، مفتی، فقہی قواعد کا تحقیقی مطالعہ،375

Shad Muhammad Shad; Fiqhi Qawaid ka Tehqiqi Mutala, Page: 375.

[37]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،524-525/7

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Pages: 524-525/7.

[38]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،525-526/7

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Pages: 525-526/7.

[39]مجلة الاحكام العدليه،119(المادة: 28)

Majallah al-Ahkam al-Adliyya, (Al-Ma"daa: 28), Issue: 119.

[40]ابن نجیم، زین الدین بن ابراهيم بن محمد (970)البحر الرائق شرح کنز الدقائق ، (دار الکتاب الاسلامی)،149/1

Ibn Najim; Zain al-Din ibn Ibrahim ibn Muhammad (970), Al-Bahr al-Raiq Sharh Kunz al-Daqaiq, (Dar al-Kitab al-Islami), Volume: 1, Page: 149.

[41]اسامه پالن پوری،مفتی،فقہی ضوابط،مکتبه عزیزیه کراچی، ط 1441 ھ- 2020، 34/1

Usama Palanpuri, Mufti; Fiqhi Zawabit, (Maktaba Aziziya Karachi), Edition: 1441 AH - 2020, Volume: 1, Page: 34.

[42]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،286/1

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 286/1.

[43]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،287/1

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 287/1.

[44]محمد صد قی البورنو، موسوعة القواعد الفقهية، 337/7

Muhammad Sadiq al-Borno, Mawsu'at al-Qawa'id al-Fiqhiyya, Volume: 7, Page: 337.

[45]السرخی،المسبوط، 54/12

Al-Sarakhsi, Al-Mabsut, Volume: 12, Page: 54.

[46]السرخی،شرح السیر الکبیر،1721

Al-Sarakhsi, Sharh al-Siyar al-Kabir, Page: 1721.

[47]شاد محمد شاد، فقہی قواعد کا تحقیقی مطالعہ،473-474

Shad Muhammad Shad, Fiqhi Qawaid ka Tehqiqi Mutala, Pages: 473-474.

[48]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،562/5

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 562/5.

[49] علاؤ الدین الحصکفی،در المختار، 472

Alauddin al-Hasakfi, Dur al-Mukhtar, Page: 472.

[50]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،562/5

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 562/5.

[51]محمد صد قی البورنو،موسوعة القواعد الفقهية، 337/7

Muhammad Sadiq al-Borno, Mawsu'at al-Qawa'id al-Fiqhiyya, Volume: 7, Page: 337.

[52] ابن نجیم،الاشباه والنظائر،23

Ibn Najim, Al-Ashbah wal-Naza'ir, Page: 23.

[53]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،295/7

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 295/7.

[54]تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،295-296/7

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 295/7.

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

[55] ابن نجیم،الاشباہ و النظائر،23

Ibn Najim, Al-Ashbah wal-Naza'ir, Page: 23.

[56] محمد صدقی البورنو،موسوعة القواعد الفقهية، 8 / 485

Muhammad Sadiq al-Borno, Mawsu'at al-Qawa'id al-Fiqhiyya, Volume: 8, Page: 485.

[57] محمد صدقی البورنو،موسوعة القواعد الفقهية، 8 / 485

Muhammad Sadiq al-Borno, Mawsu'at al-Qawa'id al-Fiqhiyya, Volume: 8, Page: 485.

[58] علاءالدين على بن حسام الدين ابن قاضى خان ، كنز العمال فى سن الاقوال والافعال، فى الترهيب عن الاستقراض من غير ضرورة ، فصل فى لواحق كتاب الدين، مؤسسة الرسالة، 6/ 238، رقم الحديث : 15575

Ala al-Din Ali ibn Husam al-Din Ibn Qadi Khan, Kunuz al-Amal fi Sanad al-Aqwal wal-Af'al fi al-Tarhib 'an al-Istirad min Ghayr Zarura, Chapter: Lawahiq Kitab al-Din, Foundation Al-Risalah, Volume: 6, Page: 238, Hadith Number: 15575.

[59] تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،502/7

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 502/7.

[60] تھانوی،امدادالفتاویٰ،جدید،502-503/7

Thanawi, Imadad al-Fatawa, New, Page: 502-503/7.

[61] تھانوی،مولانا،امدادالفتاویٰ،حاشیہ شبیراحمد قاسمی،7 / 502

Thanawi, Maulana, Imadad al-Fatawa, Hashiya by Shabbir Ahmad Qasmi, Volume: 7, Page: 502.